احباب ہی نہیں تو کیا زندگی؟

حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی

ہمیشہ یہاں کون رہا ہے؟ جلد یا بدیر، ہر ایک کو اس سفر پر روانہ ہونا ہے۔ ہم سب انسان عارضی ہیں۔ یہ دستورِ الٰہی ہے کہ ہر صورت میں انسان کو اس فانی دنیا سے رخصت ہونا ہی ہے۔ موت تو دراصل ایک مومن کیلئے ایسی زندگی کا آغاز ہے جس میں مثالی اور ہمیشہ کیلئے مسرتیں ہوں گی۔ عظیم ہیں وہ لوگ جو مقصدِ حیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی اپنے رب کی رضا اور اس کی منشاء کے مطابق گزارتے ہیں۔ بقول شاعر۔۔۔

دِلا غافل نہ ہو اک دم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے　　باغیچے چھوڑ کر خالی زمین اندر سمانا ہے

فرشتہ روز کرتا ہے منادی چار کونوں پر　　اونچے محلوں والے تیرا گور میں ٹھکانا ہے

آج مولانا محمد رمضان یوسف سلفی صاحب ہم میں نہیں، کل ہم بھی نہیں ہونگے، ان کی باتیں یاد رہیں گی، ان کی خوبیاں، تحریریں اور کتب ان کیلئے صدقہ جاریہ ہیں، جن سے ہمارے ساتھی اور ہمارے بعد آنے والے سب ہی مستفید ہوتے رہیں گے اور

ان شاء اللہ وہ بھی اس کے اجر سے شادکام ہوتے رہیں گے۔ ان کی زندگی دیانت، محنت، قربانی وایثار، مشاورت اور خلوص جیسی خوبیوں سے روشن تھی۔ میں نے انہیں نیکی وعبادت کا خوگر، خداترس، محبت کرنے والا، بے غرض اور راست باز انسان پایا۔ ان کی شخصیت میں اصلاح وتربیت کا پہلو نمایاں تھا، انہوں نے ہمیشہ ذاتی مفاد سے بالا ہوکر قرآن وحدیث کے فروغ و اصلاح معاشرہ کی نیت سے اپنے تعلقات کو استوار کیا، خصوصاً اہل علم حضرات کے ساتھ عزت اور مروت کا رویہ اختیار کیا جس نے ہر دل میں

خود ان کے لیے عزت واحترام کا چشمہ رواں کر دیا، اس بات کا شاہد ان کا جنازہ پھر ان کے حق میں لکھے جانے والے مضامین ہیں۔ بقول مولانا محمد علی جوہرؒ۔۔۔

جیتے جی تو کچھ بھی نہ دکھلایا مگر مر کے جوہرؔ آپ کے جوہر کھلے

انہوں نے قرآن وحدیث کی رو سے توحید باری تعالیٰ، اطاعت رسولؐ، سیرت انبیاؑ، نوجوانان اسلام، خواتین اسلام اور علمائے اہلحدیث کے بارے میں شوق وجذبہ سے لکھا اور خوب لکھا۔ انہوں نے زندگی بھر اپنے سے بڑے اور ہم عصر حضرات سے بے لوث محبت ومروت کا جو سلوک روا رکھا یہ اسی کا ثمر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسوہ رسول کی پیروی کی برکات کا نتیجہ ہے۔ مولانا کی کرامت سمجھتا ہوں کیونکہ انہوں نے گھریلو مادی مسائل ومشکلات کی بناء پر باقاعدہ طور پر اگرچہ مدارس دینیہ میں زیر تعلیم رہ کر پڑھنا اور لکھنا کم سیکھا تھا مگر عمل اور کام زیادہ کر کے دکھایا۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے کہ دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے
کب نکلتا ہے کوئی دل میں اتر جانے کے بعد اس گلی میں دوسری جانب کوئی رستہ نہیں

راقم سے ذاتی تعارف: گھر میں آنے والے ماہنامہ صدائے ہوش لاہور اور پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی میں کبھی کبھی ان کی کوئی تحریر پڑھنے کو مل جاتی، غائبانہ طور پر ہم دونوں ایک دوسرے کے نام سے واقف تھے مگر آمنے سامنے ملاقات سے محروم تھے۔

20 جنوری 2000ء کو مجھے کسی کام کی غرض سے اردو بازار لاہور جانا پڑا۔ نمازِ مغرب کا وقت قریب تھا، اتفاقاً مولانا محمد ادریس ہاشمیؒ کے ہمراہ مولانا محمد رمضان یوسف سلفی تھے، غزنی سٹریٹ مکتبہ قدوسیہ کے باہر ہمارا آپس میں آمنا سامنا ہوا تو مولانا ہاشمی مرحوم نے مجھے ان کا اور میرا تعارف انہیں کروایا۔ میں نے جواباً ہاشمی صاحب مرحوم سے کہا کہ ہماری آج کی پہلی ملاقات یاد رہے گی۔

بہت جی خوش ہوا حالیؔ سے مل کر ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

وقت کتنی تیزی سے گزرتا ہے اور مستقبل کس قدر سرعت اور برق رفتاری کے ساتھ گویا ہمیں فقط

چھوکر ماضی بنتا جار ہا ہے، عام طور پر اس کا گہرا احساس ہمیں نہیں ہو پاتا۔ یہ کل کی بات تھی جو آج سترہ سال پر محیط اور ماضی بن چکی ہے۔ ان سے 17 (سترہ) سالہ کی رفاقت میں دوست تو دوست ان کا تو یہ عالم تھا کہ ان کے مخالف بھی ان کو اپنا سمجھتے تھے۔ مشکل سے مشکل وقت میں شائستگی اور دوسرے کے مؤقف کا احترام کرنا ان کا طریقہ تھا۔ مولانا سلفی مرحوم میل جول میں بڑے بے تکلف، رہنے سہنے اور کھانے پینے کے معاملات میں بڑے سادہ دل انسان تھے۔ مجھے ملنے کی غرض سے 2007ء کے آخری ماہ یا 2008ء کے آغاز میں کوٹ رادھا کشن تشریف لائے۔ یہ ان کا دورہ فیصل آباد سے منڈی راجووال اوکاڑہ شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجووالوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات وجامعہ کمالیہ دارالحدیث دینی درسگاہ کو دیکھنے کے بعد واپسی پر تھا جبکہ اس سے پہلے ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لاہور دفتر میں متعدد بار تشریف لا چکے تھے۔ لاہور جب کبھی ان کا آنے کا پروگرام بنتا تو مجھے بذریعہ خط پہلے آگاہ فرمادیتے تھے۔ جب میں لاہور سے یہاں شفٹ ہوا تو میرے ہاں غریب خانے میں پہلی بار ان کی آمد تھی اس کے بعد کئی بار انہوں نے آنے کا وعدہ کیا مگر اپنی بیماری کی بناء پر تشریف نہ لا سکے۔

موبائل سروس عام ہوئی تو خطوط کی بجائے ہماری آپس میں ہر ہفتے کئی دفعہ ایک دن میں کئی کئی بار گفتگو ہو جایا کرتی تھی۔ راز دنیاز کی باتیں خوب تھیں، اکثر خطباء حضرات مولانا نواب صدیق الحسن بھوپالویؒ کی اہلیہ محترمہ کے پردہ نہ کرنے کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں جبکہ یہ قصہ من گھڑت ہے، حقیقت کے خلاف ہے، مولانا سلفی نے مجھے بتایا تھا کہ اس بات کی تصدیق میں نے مولانا محمد اسحٰق بھٹیؒ سے کی تھی، انہوں نے خط کی کاپی مجھے ارسال کرنے کا وعدہ کیا تھا جو نہ کر سکے۔ مجھے کئی بار انہوں نے کہا کہ تنظیم اہل حدیث میں آپ نے جو علماء، شیوخ، قراء، شعراء سے ملاقاتیں اور انٹرویو شائع کیے ہیں انہیں کتابی شکل میں شائع کریں۔ میں ان کی رائے کا احترام کرتا، ساتھ کہتا کہ آپ مجھے اپنے بارے میں کچھ لکھ کر ارسال کریں تا کہ اسے بھی ان میں شامل

کرلوں۔ کئی بار سوال نامہ بھیجا گیا، اس کا جواب باقی تھا، وہ خود دنیا چھوڑ کر چلے گئے۔ میں انہیں کہتا کہ آپ نے اس میں تقریظ لکھنی ہے لہذا مجھے بھی میرے متعلق اور کچھ کتاب کے نام و کام کی غرض سے گزارشات لکھ کرارسال فرمائیں۔ باہم طرفین مشاورت جاری تھی کہ آسمان پر کچھ اور ہی فیصلہ ہو چکا تھا، نہ انہوں نے مجھے میرے متعلق کچھ لکھ کر اور نہ ہی اپنے حوالے سے لکھ کر ارسال کیا۔ البتہ مولانا محمد اسحٰق بھٹی مرحومؒ نے ان کے متعلق جو لکھا تھا وہ مجھے انہوں نے ارسال کیا، میں نے اسے ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور میں شائع کر دیا تھا۔

میرے پاس ان کی ارسال کردہ تمام کتب ماسوائے مولانا عبدالوہاب دہلویؒ اوران کا خاندان موجود ہیں، آخری کتاب فاتح قادیاں مولانا ثناء اللہ امرتسری حیات و خدمات برائے تبصرہ انہوں نے مجھے ارسال کی تھی۔

اس پر ابھی تبصرہ کرنا باقی تھا کہ ان سطور کے ذریعے اپنے مشفق بھائی کے ساتھ گزرے لمحات و ملاقاتوں کا ذکر کر کے ان سے اپنی دینی عقیدہ ومحبت کا اظہار اوراپنی پُر خلوص دعاؤں کی سوغات پیش کرنا مقصود تحریر ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کہ جو اپنے مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں اس کیلئے دعا مانگتا ہے وہ قبول ہوتی ہے اس کے قریب ایک فرشتہ کھڑا ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ اللہ اس کو بھی وہ عطا کر جو یہ اپنے بھائی کے لئے مانگ رہا ہے (مسلم شریف)۔ ہمیں چاہیے کہ ہمیشہ اپنے زندہ ومرحومین کیلئے دعا کر کے فضیلت سے فائدہ اٹھائیں۔ اسوہ رسول رحمت ﷺ کی رو سے صبر وشکر کرنے والوں کا صلہ جنت ہے۔

عرصہ دراز سے ہمارے مشفق بھائی سلفی مرحوم شوگر، بلڈ پریشر کے مریض تھے، معمولی تنخواہ پر مہنگائی کے دوُر میں گھریلو نظام کو چلاتے رہے۔ غیرت وخودداری اور توکل کا مجسمہ بن کر تادم صحت جواں مردی سے بیماری کا مقابلہ کرتے رہے۔ یاالٰہی ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ تیرا بندہ محمد رمضان

یوسف سلفی مرحوم تجھے اپنی عبادت اور تیری مخلوق کو ریاضت کے ذریعے راضی کرنے کی جستجو میں مگن رہا، آج تیرا مہمان بن چکا ہے، اسے اپنے فضل وکرم سے اپنے ان بندوں میں شامل فرما جنہیں تو نے معاف کر کے جنت الفردوس کا حق دار ٹھہرا رکھا ہے۔ آمین

احباب ہی نہیں تو کیا زندگی حفیظ
دنیا چلی گئی میری دنیا لئے ہوئے

آخری دنوں کی باتیں: ایک ماہ قبل تکلیف بڑھی تو جس ڈاکٹر صاحب کے پاس چیک اَپ کیلئے جاتے تھے، مجھے فرمانے لگے کہ وہ ڈاکٹر میرے ساتھ بہت مشفق و ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہیں، میں پہلے سے بہتر ہوں۔ ایک روز میں نے کہا کہ پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی کی اشاعت کو سو سال مکمل ہونے کے حوالے سے کام کی تیاری کی کیا صورتحال ہے؟ کچھ اشاعت کے حوالے سے عنوانات پر تبادلہ خیال ہوا، فرمانے لگے کہ بھائی ہم سب نے مل کر اس سلسلہ میں کام کا آغاز کر دیا، بس آپ دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں۔ 5 دسمبر کو میں نے فون کیا ،ان کی بڑی صاحبزادی نے اٹھا کر جواب دیا کہ انکل، ابا جی آج آپ سے بات نہیں کر سکتے کیوں کہ ان کی طبیعت زیادہ خراب ہے وہ بول نہیں سکتے، دن بھر اور رات کو بھی ان کے حق میں دعا کرتا رہا اور امام صاحب نے مسجد میں نمازیوں سے بھی دعا کروائی۔ اگلے روز 6 دسمبر کو فون کیا تو مولانا سلفی صاحب نے خود اٹھایا، دل کو مسرّت ہوئی، فرمانے لگے شوگر ٹھیک ہے، بلڈ پریشر کچھ زیادہ ہے ساتھ گلہ بھی کافی خراب ہے، اب بھی بات مشکل سے ہو رہی ہے۔ میں نے انہیں عرقِ گلاب اور گلیسرین کے ساتھ غرارے کرنے کا کہا، میں نے انہیں زیادہ تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا، بات مکمل کرتے ہوئے کہا کہ کل دوبارہ بات ہوگی ان شاء اللہ۔

اگلے روز 7 دسمبر 2016ء کو مجھے ذاتی کام کے سلسلہ میں لاہور آنا پڑا، دل میں ارادہ تھا کہ بات کرتا ہوں ابھی کرتا ہوں، واپس گھر پہنچا تو سوچا کہ چلو مغرب کے بعد ذرا تفصیل سے بات

چیت کرلیں گے۔ جونہی نمازِ مغرب کی ادائیگی سے فارغ ہوا تو آپ کے بھائی محمد قاسم پھر مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد نے وفات کی اطلاع دی، تو اچانک دل و دماغ کی کیفیت بدل کررہ گئی، زبان سے فوری انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔علم و ادب کا کام ہمارے معاشرہ میں جس کا پہلے ہی فقدان ہے بالخصوص ہماری جماعت میں تو اسے فارغ اور بے کار لوگوں کا مشغلہ سمجھتے ہیں وہ ایک ایک کرکے اٹھتے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت وصیانت کیلئے انکا نعم البدل پیدا کرسکتا ہے۔

گذشتہ سال دسمبر 2015ء میں مولانا محمد اسحٰق بھٹیؒ ہم سے جدا ہوئے ان کی وفات اور جدائی کو بھول نہ پائے تھے کہ اچانک یہ بھی چل بسے۔

چنا ہے پھول عزرائیل نے ایسا گلستان سے کہ جس سے ہو گیا سارا چمن ہی دشت وویران
جواب اس بات کا یاران محفل سوچنا ہوگا ہمارے بعد ہم جیسا کہاں سے لاؤ گے دیوانہ

مولانا محمد رمضان سلفی کی زندگی سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ ایسا شخص جس کا دامن دولت وثروت کے ظاہری ذرائع ومسائل سے یکسر خالی ہو، عصر حاضر کے مہنگے اور عسیر الحصول تعلیمی اداروں کے شاہانہ مصارف کا متحمل نہ ہوسکتا ہو تو اسے چاہیے کہ اپنی ہمت نہ ہارے بلکہ دل و دماغ میں کچھ کر گزرنے کا عزم ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال ہوتی ہے۔آج سلفی مرحوم کا نام اندرون وبیرون ملک علمائے کرام اور خواندہ طبقے میں عزت واحترام سے لیا جاتا ہے۔

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
وہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

ان کے صاحبزادے ابوبکر سلفی، عبداللہ سلفی، دو صاحبزادیوں اور اہلیہ محترمہ کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطاء کرے اور ہمیں اسوہ رسول اکرم ﷺ کی روشنی کی رو سے کسی غمزدہ، یتیم، بے سہارا کا احساس اپنے دل میں اجاگر کرکے ان کی نگہداشت اور دعاؤں میں معمول بنانے کی ہمت سے نوازے۔آمین ثم آمین